(فرمودہ ۱۷ستمبر ۱۹۱۸ء بمقام عیدگاہ۔ قادیان)

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا[1]

اللہ تعالےٰ کی سنت ہے کہ ہمیشہ کسی جماعت کی ترقی اور اس کی بلندی قربانیاں چاہتی ہے اور کوئی جماعت ایسی نہیں ملے گی جسے بغیر قربانی کے ترقی حاصل ہوئی ہو۔ کوئی انسان ایسا نہیں ملیگا جس نے بغیر قربانی ترقی پائی ہو۔ ترقی اور کامیابی کے لئے ضرور قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اور جب تک انسان قربانی نہ کرے وہ کوئی بڑی کامیابی اور عزت حاصل نہیں کرسکتا۔ پس ہر ایک وہ شخص جس کے مدنظر ترقی ہو خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام ان قربانیوں پر عامل ہو جو اس ترقی کے لئے ضروری ہیں اور ان قربانیوں کے لئے اس کے دل میں کسی قسم کی جھجک اور کسل پیدا نہ ہو کیونکہ جس کے دل میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے وہ کوئی قربانی نہیں کرسکتا اور جو قربانی نہیں کرتا اس کی امیدیں ناامیدی سے بدل جاتی ہیں اور اس کی ترقی کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہوسکتیں۔

دنیا میں قربانی کا قانون ہر کام میں جاری ہے اور چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ دیکھو غلّہ لاکھوں اور کروڑوں من بڑی محنت سے پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوتا ہے یہی کہ انسان کے اندر ایک بھٹی ہے جس میں جھونک دیا جاتا ہے۔ ہندو ہَوَن کرتے ہیں اور اس میں گھی، صندل، نافہ وغیرہ وغیرہ چیزیں جلاتے ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کو بیرونی آگ پر جلا کر ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود انسان کے اندر ہی ایک آگ ہے جس میں ان کو جلایا جاتا ہے اور اس طرح وہ اس کی زیست کا باعث بنتی ہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ کروڑوں من غلہ انسان کی زیست کے لئے اس کے پیٹ کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ اور اربوں من بھوسہ جانوروں کے تنورِ شکم میں جلایا جاتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ جانوروں اور انسانوں کی زندگی بھوسہ اور غلّہ سے بہت قیمتی ہے۔ اور وہ اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ ان چیزوں کو اس کے لئے قربان کیا جائے پس وہ اس کی خاطر قربان ہوتی ہیں۔ پھر ایک بڑے آدمی کی بقا کے لئے جس سے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچتا ہو، ہزاروں چھوٹے انسان قربان ہوتے ہیں اور ہزاروں اپنے وقت، علم اور محنت اور جان تک کو اس کی زندگی قائم رکھنے کے لئے قربان کر دیتے ہیں

تو تمام دنیا کے کاموں میں قربانی کا سلسلہ جاری ہے اور جتنی کارآمد کوئی چیز ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ اس کے لئے قربانی کی جاتی ہے۔ بعض انسانوں کے لئے ہزاروں لاکھوں انسان قربان ہو جاتے ہیں ایک بادشاہ کے لئے، ایک جرنیل کے لئے۔ ایک افسر کے لئے بیسیوں نہیں سینکڑوں اور ہزاروں آدمی اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں اور اگر ایک کارآمد انسان بہت بڑی انسانی قربانیوں کے کے بعد بچا لیا جائے تو بہت بڑی کامیابی سمجھی جاتی ہے اور جس دن ایسی کامیابی حاصل ہوئی ہو اسے عید کا دن سمجھا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جو شخص کسی قوم کے لئے یا ملک کے لئے یا مذہب کے لئے مفید تھا اور لاکھوں انسانوں کی زندگی کا سہارا اور ان کے لئے آرام کا باعث تھا اس کی حفاظت کے لئے اگر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو بھسم ہونا پڑا ہے تو ہو گئے ہیں۔ اور اس ایک جان کے لئے بے شمار جانیں قربان کر دی گئی ہیں۔ اور قربان ہونے والے اس قربانی پر فخر کرتے ہیں کہ یہ خدمت ہم بجا لا سکے۔

اس قسم کے نظاروں کے شاہد تاریخی اوراق ہیں جن سے اس قسم کے بہت سے واقعات مل سکتے ہیں۔ یہ تو ایک مشہور واقعہ ہے اور ہندوستان کی تاریخ پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ جس وقت ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سے شکست کھا کر بھاگا ہے۔ اس وقت اس کا مشہور جرنیل بیرم خاں دشمنوں کے قبضہ میں آ گیا جس کے ساتھ اس کا غلام بھی گرفتار ہوا جب ان سے پوچھا گیا کہ بیرم خاں کون ہے تو غلام نے کہا میں ہوں اس پر بیرم خاں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا آپ دشمنوں پر ظاہر کر دے اور انہیں یقین دلا دے کہ میں ہی بیرم خاں ہوں لیکن اس کے غلام نے ایسا رنگ اختیار کیا اور ایسے طریق سے گفتگو کی کہ دشمنوں کو یقین آ گیا کہ وہی بیرم خاں ہے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس طرح بیرم خاں بچ گیا۔ اگرچہ غلام نے جھوٹ سے کام لیا لیکن اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے آپ کو آقا پر قربان کر کے اس کی جان بچا لی۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میرے وجود کی نسبت اس کا وجود بہت قیمتی اور کارآمد ہے۔ چنانچہ بیرم خاں ہمایوں کی اس مصیبت کے وقت بہت کام آیا اور اسی کے ذریعہ ہمایوں کو بہت سی فوج ملی جس سے اس نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کیا۔

یہ تو ایک شخص کی قربانی کا واقعہ ہے۔ بعض جگہ تو ہزاروں اور لاکھوں انسانوں نے صرف ایک شخص کے لئے اپنی جان قربان کر دی ہے۔ ابھی قریب ہی کے زمانہ میں ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جس کا نام نپولین تھا۔ یہ ایک معمولی خاندان کا ممبر اور بہت ہی معمولی حیثیت کا انسان تھا حتی کہ مؤرخین کو اس کے والدین کے تاریخی حالات میں بھی شبہ پڑا

ہوا ہے۔ بعض اس کے والد کے متعلق کچھ لکھتے ہیں اور بعض کچھ۔ یہ جزیرہ کارسیکا کا رہنے والا تھا اور تعلیم پانے کے لئے فرانس میں آیا تھا لیکن اپنی دانائی اور ملک کی خیرخواہی کی وجہ سے آہستہ آہستہ فرانس کا بادشاہ بن گیا[۸]۔ فرانس میں جب بغاوت اور فساد ہوا۔ تو بادشاہ اسی کو بنایا گیا تھا نسلی یا خاندانی تو کوئی وجہ ایسی نہ تھی کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے اپنا شہنشاہ بنا لیتے۔ لیکن اس میں جو قابلیت اور ملک کی خیرخواہی تھی، اس کی وجہ سے یہ مقام اسے حاصل ہوا۔ کہ بعض اوقات لاکھوں ہزاروں انسان اس کی خاطر اور اس کی حفاظت کرتے ہوئے ذبح ہو گئے[۸]۔ آخری دفعہ واٹرلو کے میدان میں جب انگریزوں اور جرمنوں نے اس کو شکست دی ہے۔ اس وقت کے واقعات نہایت مؤثر اور رقت پیدا کرنے والے ہیں۔ اس کے متعلق اسی کا ایک جرنیل لکھتا ہے کہ جس وقت نپولین کو یہ دھوکا لگ گیا کہ اس نے سمجھا کہ اس کی فوج کا وہ حصہ جسے اس نے پیچھے اپنی مدد کے لئے چھوڑ رکھا تھا کہ بعد میں آملے وہ آ رہا ہے۔ حالانکہ آنیوالی فوج دشمن کی فوج تھی، اور وہ بالکل قریب آ گئی تھی تو یہ خبر لے کر میں ہی نپولین کے پاس گیا۔ جس وقت میں گیا تو ہماری ساری فوج پراگندہ ہو رہی تھی اور گولہ بارود بالکل ختم ہو چکا تھا۔ آگے اور پیچھے دونوں طرف دشمن حملہ آور تھا اس خطرناک صورت میں ہر ایک جرنیل نپولین کے پاس آتا اور کہتا کہ اب آپ میدان سے ہٹ جائیں لیکن اس کا یہی جواب تھا کہ جس میدان میں میں اپنے ملک کے نوجوانوں کو لا کر قربان کر رہا ہوں اس سے خود کس طرح ہٹ جاؤں۔ میں یہاں سے کبھی نہیں ہٹوں گا۔ اس وقت توپخانہ کے آدمی نہتے ہو کر نپولین کے گرد کھڑے تھے جن سے پوچھا گیا کہ جب تمہارے پاس لڑائی کا سامان نہیں تو کیوں نہیں ہٹ جاتے۔ انہوں نے کہا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس سامان نہیں ہے لیکن ہم اس لئے میدان سے نہیں ہٹتے کہ ہمارے ہٹنے سے نپولین پکڑا جائے گا۔ آخر اس کے گارڈ کے آدمی بھی کٹنے شروع ہو گئے بلکہ قریباً کٹ گئے تو بھی نپولین میدان سے ہٹ جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور اس کی جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی۔ تو دو جرنیل آئے اور انہوں نے اس کے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔ اور کہا کہ اب ملک کی خیرخواہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس بارہ میں آپ کی اطاعت نہ کریں۔ یہ کہا اور نپولین کے گھوڑے کو ایڑ لگا کر دوڑاتے ہوئے میدان سے لے گئے[۹]۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نپولین کے لئے کس قدر لوگوں نے اپنے آپ کو قربان کیا ہوگا۔ تاریخ اس سے بھی بڑی بڑی قربانیاں ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ یہ قربانیاں تو وہ تھیں جو ایک آدمی کے لئے کی گئیں۔ لیکن ایک وہ قربانیاں ہوتی ہیں جو اس سے بھی بڑی

ہوتی ہیں اور آدمی کی قربانیاں ان قربانیوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ چیز جس کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانیوں کی ضرورت ہے، وہ حق اور صداقت ہے۔ اللہ کا قرب اور اس کی محبت ہے۔ اللہ کی رضا کا حصول ہے اور انسانوں کو جو اصلی اور حقیقی بڑائی حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس کے حصول کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے آدمی تھے لیکن کیوں؟ اسی لئے کہ خدا کی رضا ان کو حاصل تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے سردار اور سب سے بڑی شان اور عظمت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ سب سے زیادہ خدا کا قرب اور اس کی رضا آپ کو حاصل ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جس چیز نے تمام آدم زادوں سے بڑا اور معزز بنایا وہ خدا کا قرب اور اس کی رضا ہی ہے۔ اور اس کی وجہ سے آپؐ کا درجہ سب سے بلند اور اعلیٰ ہے تو بڑائی اسی میں ہے کہ ہم خدا کی رضا حاصل کریں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑائی بھی اسی میں ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑائی اپنی ذات کے باعث نہیں۔ موسٰے علیہ السلام کی بڑائی اپنی ذات کے باعث نہیں۔ نوح علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام کی بڑائی اپنی ذات کے سبب نہیں۔ ان کی بڑائی اور بزرگی کا سبب خدا کی محبت، اس کا قرب اور اس کی رضامندی ہی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رسولوں کی سرداری کس بات سے حاصل تھی۔ اسی سے کہ آپؐ سب سے زیادہ خدا کی محبت میں گداز تھے اور آپؐ پر سب سے زیادہ خدا کے صفات جلوہ گر ہوئے تھے تو حق وصداقت، رضاء اور قرب الٰہی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی کرنی پڑے کرنی چاہیئے۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی عزیز اور قیمتی جان کو میدان میں دشمنان حق کے مقابلہ کے لئے اسی لئے جانا پڑا کہ آپؐ حق کی حفاظت کریں۔ چونکہ دشمن حق کو مٹانا چاہتے تھے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی قیمتی جان کو بھی اس کی حفاظت کے لئے اپنی قربانی دینے سے انکار نہیں تھا۔ اس سے سمجھ لو کہ حق کتنی بڑی اور عظیم الشان چیز ہے اور اس کے لئے تمہیں کس قدر قربانی کرنی چاہیئے۔

تمام کائنات میں یہ قانون جاری ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیز کے لئے قربان ہو رہی ہے۔ بڑے درخت کے نیچے چھوٹا درخت ہو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ چھوٹا بڑے کے لئے قربان ہو جائے گا اور سوکھ جائے گا۔ یہ خدا کا قانون ہے اس سے کسی چیز کو مفر نہیں اور قانونِ قدرت اس بات کا شاہد ہے کہ جو خود بخود قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اسے بھی دوسروں کے لئے قربان کر دیا جاتا ہے۔ دیکھو انسان کے فنا ہونے کے ہزاروں ذریعے ہیں

کہیں مختلف قسم کی بیماریوں سے لوگ مرتے ہیں، کہیں زہر سے مرجاتے ہیں، بعض قتل کئے جاتے ہیں غرضیکہ ہزاروں ذریعوں سے لوگ مرجاتے ہیں اور کوئی نہیں جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ سب سے بڑا انسان جو دنیا میں آیا اور جس سے بڑا قیامت تک نہیں آئے گا وہ ہمارے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن کیا آپؐ زندہ رہے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ کو بھی آخر دنیا کو چھوڑنا ہی پڑا۔ آپؐ کی وفات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کے لئے بطور دلیل پیش کیا کرتے تھے کہ جب آپؐ زندہ نہیں رہے تو حضرت عیسےٰ کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں[؎] آپ سید ولد آدم تھے[؎] تمام بنی آدم کے سردار تھے۔ اور آپؐ کی وہ شان ہے کہ خدا تعالےٰ آپؐ کو فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[؎] اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو اور اس کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ میری اطاعت کرو۔ جب تم ایسا کروگے تو خدا تعالےٰ تم سے پیار کرے گا۔ پس جب آپؐ ایسا عظیم الشان اور بے نظیر انسان بھی بالآخر فوت ہی ہوگیا اور ایسے وقت میں ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر انسان کو کہنا پڑا کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوگئے ہیں تو میں اس کا سر تلوار سے اڑا دوں گا[؎۵] غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جہان چھوڑنا ہی پڑا۔ اور آپؐ کی وفات پر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ[؎۶]

کہ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ تیرے فوت ہونے سے میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے۔ تیرا مرنا مجھ پر شاق تھا۔ اب جو چاہے مرے مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

غرض مرنا تو سب کو ہے لیکن موت وہی مبارک ہے جو خدا کے لئے اور اس کے دین کی خاطر ہو۔ غلہ ہزاروں من ضائع ہوجاتا ہے لیکن کیا وہ قیمتی کہا جاسکتا ہے یا اسے جو انسان کے پیٹ میں جائے۔ پھر وہ پھل قیمتی ہے جسے انسان کھائے یا وہ جو اگرچہ کچھ زیادہ دنوں درخت پر رہے لیکن گل سڑ کر زمین پر گر پڑے۔ یقیناً ماننا پڑے گا کہ وہی پھل قیمتی ہے جسے انسان نے کھایا اور جو انسان کے جسم کا کوئی جزو بنا اور خدا کی رضا کے ماتحت چلنے والا ہوا۔ مثلاً وہ سیب کس قدر قیمتی تھا جس کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا۔ اور وہ آپؐ کے جسم اطہر کا کوئی حصہ بنا اور اس نے اس ذریعہ سے خدا کی رضا کے حاصل کرنے والے کام کئے۔ تو اس سیب کو نہایت قیمتی کہا جائے گا۔ اور اس کی موت و قربانی قابلِ قدر ہوگی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کا جزو ہوئی۔ اسی طرح وہ جان جو خدا کی راہ میں صرف ہوئی

وہ قیمتی ہوسکتی ہے یا وہ جو یونہی ضائع ہوگئی یقیناً خدا کی راہ میں قربان ہونے والی قیمتی ہے۔
پس جب موت ہر ایک انسان کو لگی ہوئی ہے اور اس سے کوئی باہر نہیں تو پھر کیوں انسان اپنی جان ایسی جگہ صرف نہ کرے جس سے خدا کی رضا حاصل ہو۔ کیونکہ مبارک ہے وہ موت جو خدا کے لئے قبول کی جائے۔ بابرکت ہے وہ مال جو اس کی راہ میں صرف ہو اور جس کا نتیجہ رضاءِ مولیٰ ہو اور افسوس ہے اس زندگی پر جو خرچ تو ہو مگر حق و صداقت کے لئے خرچ نہ ہو۔ افسوس ہے اس مال پر جو صرف تو ہو لیکن رضاءِ مولیٰ کے لئے صرف نہ ہو۔ ضائع ہوگئی وہ زندگی جو خدا کے لئے نہ دی گئی اور تباہ ہوگیا وہ مال جو اس کی راہ میں صرف نہ ہوا۔ اور برباد ہوگیا وہ وقت جو خدا کی محبت سے خالی گذرا۔ خدا نے تو انسان کے لئے بڑے بڑے اعلیٰ درجے کے مدارج رکھے ہیں مگر افسوس کہ اکثر انسان ان کی طرف سے لاپرواہی کرتے ہیں۔
انسان اگر اپنی ابتداء پر غور کرے تو حیران ہو جائے کہ کن کن چیزوں کا خلاصہ ہے اور کیسی ادنیٰ چیزیں اس کا جزو ہیں۔ کچھ چنے ہیں کچھ ماش ہے اور کچھ گیہوں ہے کچھ ساگ پات وغیرہ چیزیں ہیں جو اس کے باپ نے کھائیں اور ان سے ایک خلاصہ تیار ہوا جو اس کی ماں کے رحم میں گیا اور اس سے وہ پیدا ہوا اور خدا کی توفیق سے چلنے پھرنے لگا۔ پھر خدا نے اپنے فضل کی راہیں اس پر کھول دیں اور اپنی ذات و صفات کا علم حاصل کرانے کے لئے اس کی جنس میں سے کسی انسان پر اس کی خاطر اپنا کلام نازل کیا۔ پھر اس کو توفیق دی کہ اس کلام کو سنے اور اسے تسلیم کرے خدا کے ان مرسلوں میں ایک سب سے عظیم الشان محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں۔
انسان اپنی اس ابتداء کو دیکھے اور پھر انتہاء پر نظر کرے۔ ابتداء میں تو یہ کہیں گوشت میں نظر آتا ہے، کہیں سبزی میں، کہیں غلّہ وغیرہ میں۔ مگر انتہاء یہ ہوتی ہے کہ ازلی ابدی خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی ہر جگہ اور ہر حالت میں اور ہر شر اور مصیبت میں حفاظت کرتا ہے اور اگر ضرورت پڑے تو اس کی خاطر لاکھوں انسانوں کو قربان کر ڈالتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کونسا درجہ ہے جو انسان کو حاصل ہوسکتا ہے لیکن یہ کس طرح حاصل ہوسکتا ہے اسی طرح کہ خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا جائے۔ اور جو خدا کے لئے اپنے آپ کو قربان کرتا ہے وہ ضرور کامیاب ہوجاتا ہے۔
پس اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جو خدا کے لئے قربان ہوتا ہے وہ مسِ خام بھی ہوتا ہے تو کندن ہو کر نکلتا ہے۔ بکرا ذبح ہوتا ہے تو انسان اس کو کھاتے ہیں اور اس طرح اس کی قربانی ضائع نہیں جاتی بلکہ انسانوں کے جسم کا جزو بن جاتا ہے اسی طرح ہزاروں چیزوں کو انسان کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ اور انسان کو خدا کے لئے قربان ہونا پڑتا ہے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا

ہے کہ وہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے۔

جو لوگ خود خدا کے لئے قربان نہیں ہوتے۔ فنا تو ان کو ہونا ہی پڑتا ہے مگر ان کی یہ فنا قابل تقدر نہیں ہوتی۔ اکثر تو ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا میں ہی ان کی زندگی ان کے لئے وبال ہو جاتی ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جن کے علم کی بڑی شہرت ہوتی ہے مگر ان پر ایک وقت ایسا آجاتا ہے جبکہ وہ ارذل العمر کو پہنچ جاتے ہیں ایسی حالت میں لوگ جو ان کے شاگرد اور عزیز ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ ان کے مشوروں کے محتاج ہوتے ہیں ان کی باتوں پر ہنسنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو سٹھیا گیا ہے یا کہتے ہیں کہ میاں اس کے پاس کیا جائیں وہ تو بڑھاپے کی وجہ سے چڑچڑا ہو گیا ہے۔ ایک دن تو وہ معلم ہوتا ہے لیکن جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو متعلم بھی اس کو کوئی نہیں بناتا۔ یا تو وہ اُستاد ہوتا ہے یا وہ شاگرد ہونے کی بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ غرض وہ قعر مذلت میں گر کر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر جو خدا کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں اور اس کے پیارے ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہرگز نہیں ہوتی۔

دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے ہیں جن کا بڑا رعب اور بڑی سطوت تھی لیکن آخری عمر میں فالج کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس زائل ہو گئے اور ان کی زندگی ان کے لئے موت سے بدتر ہو گئی۔ پھر کئی بادشاہ ایسے گذرے ہیں جن کے آخری لمحے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ ختم ہوئے اور وہ ہاتھ ملتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے مگر کوئی ایک نبی بھی تو ایسا نہیں گذرا جس کا ایسا انجام ہوا ہو۔ بڑے بڑے جرنیل گذرے ہیں جو ایڑیاں رگڑتے رگڑتے مر گئے ہیں۔ اور بڑے بڑے بہادر ہوئے ہیں جنہوں نے نہایت عبرت انگیز طریق سے دم توڑا ہے۔ مگر نبیوں اور ان کے خلفاء میں سے کسی کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ کہ چونکہ وُہ خدا کی راہ میں مرنے سے پہلے مر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا انہیں ہمیشہ کی ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔ انسان کو قربان تو ہونا ہی پڑتا ہے کوئی اپنے نفس کے لئے قربان ہوتا ہے کوئی عزت کے لئے، کوئی اپنے کسی عزیز کے لئے۔ اور کسی کو زمانہ کے ہاتھوں قربان ہونا پڑتا ہے مگر مبارک ہے وہ جو خدا کے لئے قربان ہو اور قربانیوں کے لئے ہلاکت ہے مگر خدا کے لئے قربان ہونے کے نتیجہ میں ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے اور ایسے شخص کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہلاکت سے بچا لیا جاتا ہے بلکہ جو اس کو فنا کرنے کے لئے اٹھے اس کو فنا کر دیا جاتا ہے اور مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس وقت کا ایک الہام ہے جس وقت آپ کی بیعت میں ابھی ایک شخص بھی نہ تھا۔ کہ قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ۔ آپ نے دیکھا

کہ ہزاروں بھیڑیں ہیں جو زمین پر لٹائی ہوئی ہیں اور قصائی چھریاں لے کر ان کو ذبح کرنے کو تیار ہیں آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ انہوں نے منہ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ گویا کسی آواز کی منتظر تھیں۔ اس وقت میری زبان پر یہ آیت تھی قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ۔ میرا یہ پڑھنا تھا کہ ان قصائیوں نے ان کے گلوں پر چھری پھیر دی اور وہ بے دردی سے ذبح ہو گئیں[1]

اس کا یہ مطلب تھا کہ اس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ سمجھایا گیا کہ تو نے جو خدا کے لئے اپنے نفس کو قربان کیا ہے۔ اس سے ہمارے حضور میں تو اس قدر معزز ہو گیا ہے کہ تیری خاطر ہزاروں اور لاکھوں کو ہم قربان کر دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے مخالف بھیڑوں کی شکل میں دکھائے گئے۔ بھیڑوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ گند کی طرف جاتی ہیں۔ اس سے بتایا کہ تیرے مخالف بھی بدی کی طرف جائیں گے اور چاہیں گے کہ تجھ کو ہلاک اور فنا کر دیں۔ مگر تو ان کی مخالفت کی ذرا پرواہ نہ کرنا۔ ہم تیری خاطر ان لاکھوں کو فنا کر دیں گے۔ اور جو تجھکو مٹانا چاہیں گے ہم ان کے نام و نشان مٹا دیں گے۔ خدا تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کا مقابلہ کرنے والوں نے نوح کو ادنیٰ درجہ کا خیال کیا اور آپ کو مٹانا چاہا۔ مگر خدا نے ایک نوح کی خاطر کتنوں کو پانی میں غرق کر دیا اور ذرا پرواہ نہ کی[2]۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کا مقابلہ فرعون نے کیا اور آپ پر ہنسی اڑانے کے لئے ہامان سے کہا کہ ایک محل تو بنا تا اس پر چڑھ کر موسےٰ کے خدا کو دیکھوں[3]۔ چونکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ میرا رب بلند اور عرش پر ہے۔ اس لئے اس نے اس طرح ان کے ساتھ ہنسی اور تمسخر کیا۔ اگر وہ محل بنوا کر اس کے اوپر چڑھتا تو وہاں بھی خدا اپنی قدرت اسے دکھا سکتا تھا مگر اس نے نہ چاہا کہ اسے اوپر چڑھنے پر تباہ کیا جائے اور اس طرح اسے زمین سے بلند ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ اس لئے خدا نے اپنا وجود جو اسے دکھایا تو اس طرح پر کہ سمندر کی تہہ میں اس کو بٹھا دیا[4] اور وہاں اپنی قدرت کا جلوہ دکھایا۔ اس نے تو بطور تمسخر خدا کو دیکھنے کے لئے اوپر چڑھنا چاہا تھا۔ مگر خدا نے بوجہ اس کی سرکشی اور استہزاء کے اتنا بھی اسے موقع نہ دیا بلکہ اسے تحت الثریٰ میں گرا دیا۔ اب دیکھو کہ وہ فرعون جو حضرت موسےٰ پر ہنسی کرنے کے لئے محل بنوانا چاہتا تھا خدا نے اس سے کیا سلوک کیا۔ یہ کہ اپنی قدرت نمائی کے لئے اسے سمندر کے نچلے حصہ میں غرق کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو لوگوں نے ذلیل کرنا چاہا اور آپ کے مٹانے کی کوشش کی مگر حضرت عیسیٰ معزز ہوئے اور آپ کو ذلیل کرنے والے خود رسوا اور ذلیل ہو گئے[5]

اب سوال ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے پاس، حضرت نوحؑ کے پاس، حضرت عیسیٰؑ کے پاس اور بالآخر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ کیا چیز تھی۔ جس کی وجہ سے خدا نے ان کو یہ رفعت بخشی اور ذلیل کرنے والوں کو ذلیل و رسوا ہی نہ کیا بلکہ صفحۂ عالم سے مٹا دیا۔ وہ محض صداقت اور حق تھا جو اُن کو دیا گیا اور ان کی قربانی تھی جو انہوں نے خدا کی راہ میں کی۔ چونکہ ان کا مقابلہ کرنے والے دراصل ان کو نہیں مٹانا چاہتے تھے بلکہ وہ خدا کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اس لئے خدا کو ان کے تباہ کرنے میں کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

پس جو قربانی خدا کے لئے کی جائے وہ ہرگز ضائع نہیں جاتی بلکہ اس سے ہمیشہ کی بقا حاصل ہو جاتی ہے اس لئے ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرکے ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے۔ ورنہ قربان تو اسے ہونا ہی ہے۔ اگر خود بخود نہ ہوگا تو خدا تعالےٰ کا ہاتھ اسے کردے گا۔ لیکن اس طرح اس کا قربان ہونا کسی مصرف کا نہ ہوگا۔ پس مبارک ہے وہ جس نے خود اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کیا۔ اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا۔ اور ہلاکت ہے اس کے لئے جسے خدا نے تباہ و برباد کر دیا۔ اسی لئے وہی راہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جس سے ہمیشہ کی سلامتی نصیب ہوتی ہے۔

دیکھو مثلاً دو جگہ آگ جل رہی ہو۔ اور انسان کو اختیار دیا جائے کہ ان میں سے جس میں چاہے اپنے آپ کو ڈال دے۔ جس میں سے ایک میں گرنے کا تو یہ نتیجہ ہو کہ جو اس میں گرے وہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے اور دوسری کا یہ انجام ہو کہ جو اس میں پڑے اس کو ایسی زندگی دی جائے جس کا کبھی انقطاع نہ ہو۔ تو بتاؤ ان میں سے کونسی آگ میں گرنے والا عقلمند کہلائے گا؟ وہی جو اپنے جسم کو ایسی آگ میں جلائے گا جس میں جل کر ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ایسی پر قیاس کر لو کہ انسان ایک ایسی ہستی ہے کہ جس پر ضرور فنا آنی ہے خواہ وہ ہزار چاہے کہ بچ سکوں تو بھی نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح اپنے مال کو سنبھال سنبھال کر رکھنے کی ہزار کوشش کرے وہ ضرور خرچ ہوگا یا چرایا جائے گا یا کوئی اور آفت آئے گی، زمین میں گاڑ کر بھول جائے گا۔ اسی طرح بال بچے ہیں، عزیز و رشتہ دار ہیں، ان سب سے ایک نہ ایک دن ضرور جدائی اختیار کرنی پڑتی ہے وہ اس کو چھوڑ جائیں گے یا یہ ان کو چھوڑ جائے گا۔ اور اگر انسان چاہے بھی کہ ان سے جدا نہ ہو تو اس کو اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو جان خدا کے رستہ میں خرچ ہو۔ جو مال اس کی راہ میں صرف ہو اور جن عزیزوں کو خدا کے لئے قربان کیا جائے ان میں سے ایک چیز بھی الگ نہیں کی جا سکتی بلکہ وہ اس سے بڑھا چڑھا کر اس کو دی جاتی ہیں تو کیوں نہ انسان ان چیزوں کو خدا کے لئے ہی صرف کرے۔ دانائی کس میں ہے! آیا اس میں کہ وُہ ان چیزوں کو خدا کی راہ

میں قربان نہ کرکے بچانا چاہتا ہے مگر نہیں بچا سکتا۔ یا اس میں کہ جو خُدا کے لئے خرچ کر ڈالتا ہے اس کی یہ چیزیں ضائع نہیں کی جاتیں۔ ماننا پڑے گا اور ہر دانشمند اسے تسلیم کرے گا کہ دانشمندی اسی میں ہے کہ ان اشیاء کو خدا کے لئے قربان کر دیا جائے تا کہ وہ ضائع نہ ہوں کیونکہ ابدی نجات خُدا کے لئے قربانی کرنے میں ہے۔ اور ابدی ہلاکت خدا کے لئے قربانی کرنے میں بخل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا۔ ان کو کہہ دو کہ خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔ پس ضرور تم نے جھٹلایا اس جھٹلانے کے وبال سے تم بچ نہیں سکتے۔ یہی الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان بھیڑوں سے کہدو کہ تم ہو کیا چیز۔ غلاظت کھانے والی بھیڑیں ہی ہو اور تمہاری تخلیق نطفہ سے ہے جو ایک حقیر پانی ہے۔ اگر تم خدا کی رضا کے حصول کی طرف نہیں آتے تو اس کو تمہاری کچھ پروا نہیں۔ بچہ کو مٹی کے کھلونے کی پروا ہوتی ہے۔ مگر خدا کو تمہاری اتنی بھی پروا نہیں۔ اگر تم اس کی عبادت کرو تو اس کی شان بڑھ نہیں جاتی اور اگر انکار کرو تو اس کا کچھ حرج نہیں ہوتا۔ ایک بچہ کو کھلونا توڑتے وقت تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر خدا کو ساری دنیا کے ہلاک کر دینے میں اتنی پروا نہیں ہو سکتی۔ ہاں تمہاری دعائیں اور التجائیں ہیں جن کی وجہ سے وہ تم پر رحم فرماتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب خلافت اور انجمن کی حیثیت اور تعلقات کا جھگڑا اُٹھا تو اس کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے چند سوال میرے پاس بھی بھجوائے اور ان کا تحریری جواب دینے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک اور اہم تھا اور جماعت پر بڑا اثر ڈالنے والا تھا۔ اس لئے مَیں ڈرا کہ اس میں کوئی ایسی رائے نہ دے دوں جس سے خدا کے عذاب کا مستوجب ٹھہروں۔ اگرچہ مَیں خلیفہ کو انجمن کا مطاع یقین کرتا تھا لیکن بغیر دعا کے میں نے اس کے متعلق رائے نہ دینا چاہی۔ اس لئے میں دعا میں مصروف ہو گیا۔ اور خدا سے اس بارے میں مدد طلب کی۔ کیونکہ مَیں چاہتا تھا کہ خدا تعالےٰ بالکل کھلے اور واضح طور پر مجھے الہام یا کشف و رؤیا کے ذریعہ اس حقیقت پر مطلع فرماوے۔ پس مَیں دعا میں مصروف رہا۔ لیکن مجھ کو کچھ تفہیم نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ دن آ گیا جو آخری تاریخ حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب دینے کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ اور صرف ۲۴ گھنٹے اس میں باقی رہ گئے۔ اس وقت میں سخت مضطرب ہوا اور مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ چونکہ مجھے خدا کی طرف سے کچھ نہیں بتایا گیا اس لئے مَیں اس مجلس میں ہی نہیں جاؤں گا کہیں اور باہر چلا جاؤں گا۔ لیکن اس ارادہ پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ آخر جب اضطراب زیادہ ہوا۔ تو اس وقت مجھے الہام ہوا کہ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ

اس سے میرا شرح صدر ہو گیا کہ میں جس خیال پر ہوں وہ درست ہے اگر قُل کا لفظ نہ ہوتا تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ خلافت کے منکروں کا جو خیال ہے وہ درست ہے لیکن یہاں لفظ قُل تھا جس طرح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ تم کہہ دو۔ اسی طرح مجھے کہا گیا کہ جو تمہارے خلاف خیال رکھتے ہیں۔ ان کو کہدو کہ یورپ کی تقلید میں کامیابی اور فلاح نہیں یہ دینی سلسلہ ہے اس لئے جس طرح خدا کے نبیوں کے خلیفہ ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی خلافت ہی ہوگی لیکن اگر وہ باز نہیں آئیں گے تو خدا کو ان کی کوئی پروا نہیں کامیابی اسی میں ہے کہ وہ خدا کے حضور گر جائیں اور زاری کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو خدا کا عذاب موجود ہے۔ جب میرا شرح صدر ہو گیا تو پھر میں نے حضرت مولوی صاحبؓ کو اپنی رائے لکھکر بھیجدی۔

تو فرمایا قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ آج بھی قربانیوں کا دن ہے۔ خدا کی طاقتوں میں کمی نہیں آگئی۔ خدا اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا بلکہ آج پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ظاہر ہو رہا ہے۔ کیونکہ آجکل ہلاکت کے بہت زیادہ سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ ہزاروں قسم کے نئے امراض پیدا ہو چکے ہیں۔ اور خود انسان نے اپنی ہلاکت کے لئے عجیب عجیب آلات ایجاد کر لئے ہیں۔ پہلے تلوار کے وار سے زرہ پہنکر انسان بچ سکتا تھا۔ تیر سے محفوظ رہ سکتا تھا لیکن اب کوئی زرہ نہیں جو گولی کی زد سے بچا سکے۔ طاعون سے وہ ٹیکہ نہیں بچا سکتا جو بمبئی میں بنتا ہے بلکہ اس کا علاج وہی ٹیکہ ہے جو قادیان میں تیار ہوتا ہے۔ پس اس خدا کے لئے، حق و صداقت کے لئے قربانیاں کرو۔ اپنے آپ کو، عزیز و اقارب کو، مال و دولت کو، عزت و حرمت کو، غرض ہر پیاری سے پیاری چیز کو اس کی راہ میں خرچ کرو۔

دیکھو کیسے عظیم الشان نتائج ہیں اس قربانی کے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ آج دنیا میں جہاں بھی کوئی خدا کا سچا نام لیوا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سُنت پر عمل کرتا ہے اور یہاں تک خدا نے آپؑ کو بزرگی دی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جو دعا کی جاتی ہے اس میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بطور تمثیل کے داخل کیا گیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ عمل کے ساتھ جب تک نیت نہ ہو عمل کوئی چیز نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔ مگر آپ کی نیت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ قربانیاں تو بہت بہت لوگوں نے کیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ایک قربانی کو کوئی نہیں پہنچتی۔ کیونکہ جو نیت ان کی تھی ویسی کسی کی نیت نہیں۔ مثلاً جنگ اُحد میں مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے۔ تو ایک صحابیہ عورت گھبرا کر مدینہ سے نکل آئی اور ایک شخص سے جو میدانِ جنگ سے واپس آ رہا تھا اس نے پوچھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس نے اس کا تو کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ تیرا باپ شہید ہوگیا ہے۔ عورت نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا تیرا بھائی بھی شہید ہوگیا۔ عورت نے کہا میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھتی ہوں۔ وہ شخص چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بخیر و عافیت دیکھ آیا تھا۔ اس لئے بے فکر تھا۔ اس نے کہا۔ اے عورت تیرا خاوند بھی مارا گیا۔ اس نے کہا۔ مَیں تجھ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھتی ہوں۔ ان کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا۔ وہ تو زندہ سلامت ہیں۔ عورت نے کہا۔ الحمد للہ! جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں تو کسی کی موت کی پرواہ نہیں[۲۴]۔ تو اتنے رشتہ دار اس عورت نے قربان کئے مگر حضرت ابراہیمؑ اور اس عورت کی نیتوں میں کچھ تو فرق تھا کہ ابراہیمؑ کے محض ارادہ کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے مگر اس عورت کی ان قربانیوں کا ایسا نتیجہ نہیں نکلا۔ اسی طرح عبداللہ ابن اُبیّ ابن سلول کے بیٹے نے اپنے باپ کو اس لئے قربان کرنا چاہا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور گستاخی کی[۲۵]۔ یہ قربانیاں بجائے خود تو بہت بڑی تھیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیت کا مقابلہ ان کی نیت نہیں کرسکتی اسی لئے نتیجہ میں فرق ہُوا۔ اسی طرح مسلمانوں کی عراق میں ایرانیوں سے جب جنگ ہو رہی تھی تو ایرانی میدان میں ہاتھی لائے تھے وہ مسلمانوں کو کچلتے پھرتے تھے اور ایسی حالت مسلمانوں کی ہوگئی تھی کہ اگر وہاں شکست ہوجاتی تو ایران و عراق میں مسلمانوں کی فتوحات کا خاتمہ ہوجاتا۔ اس وقت ایک مسلمان عورت کے چار بیٹے تھے۔ اس نے ان چاروں کو بلایا اور کہا مَیں نے تمہیں پرورش کیا اور تمہارے باپ کی کبھی خیانت نہیں کی۔ میرا تم پر حق ہے اور وہ حق مَیں آج اس طرح مانگتی ہوں کہ تم چاروں جاؤ اور اسلام کی حفاظت میں جان دیدو مگر پیچھے نہ ہٹو[۲۶]۔ جان دینے کے لئے بھیجنا یہ بھی ایک قربانی ہے مگر اس کے چار بیٹے دے دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ایک بیٹا قربان کرنے میں بڑا فرق تھا اور وہ فرق نیت کا ہی تھا۔ جس سے معلوم ہُوا کہ نیّت پر ہی ہر قسم کے اعمال کا نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرمایا کہ ان کی بزرگی ان کی نمازوں کے باعث نہیں ہے۔ بلکہ اس بات کے باعث ہے جو ان کے دل میں ہے یعنی نیّت پس درجہ کو بڑھانے والی عمل سے بڑھکر نیت ہوتی ہے جیسی اعلیٰ نیّت ہو۔ ویسا ہی اعلیٰ نتیجہ نکلتا ہے قربانی میں بھی نیت اصل چیز ہے اس لئے یاد رکھو۔ اسلام کے لئے خدا کے لئے اور یہ

سلسلہ جو اسلام کا قائمِ مقام ہے۔ اس کے لئے جو قربانیاں کی جائیں گی ضائع نہیں جائیں گی اور پھر ان قربانیوں میں جو نیت ہو گی اس کے مطابق پھل ملے گا۔ آج ہم مال، جان عزت و آبرو، سیاست اگر خدا کے لئے قربان کریں گے تو خدا اسے ضائع نہیں ہونے دیگا۔ سیاست تو کہنے کو ہے ورنہ یہ کام خدا نے ایک ایسی قوم کے سپرد کر دیا ہوا ہے جو عدل و انصاف سے حکمرانی کرتی ہے پس ہر ایک چیز جو قربان کی جائے اس کے ساتھ نیت ہونی ضروری ہے۔ اور اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال بہترین مثال ہے۔ پھر دیکھو مکہ چھوڑنے کو تو سب نے چھوڑا۔ رسول کریمؐ نے۔ ابوبکر صدیقؓ نے۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ نے۔ مگر ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملا۔ اسی طرح گھر تو سب نے چھوڑے مگر خلیفہ سب نہیں بن گئے تھے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر ایک کی نیت ایک جیسی نہیں ہوتی اور جتنا جتنا فرق ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق بدلہ ملتا ہے۔ اس فرق یا کمی کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ایک کے مقابلہ میں دوسرے کی نیت ناقص اور خراب ہوتی ہے بلکہ یہ کہ مدارج میں فرق ہوتا ہے۔ ایک کی نیت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور دوسرے کی اس سے کم درجہ کی نہ کہ خراب۔

حال میں مولوی محمد علی صاحبؓ نے مجھے ایک چٹھی لکھی ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی فرد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ایسا کامل نہیں ہوا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب۔ بلکہ آپ کے مقابلہ میں ان میں کمی رہی ہے۔ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ یہ امت محمدیہ کے بزرگوں کی ہتک کی گئی ہے۔ حالانکہ کمی کے معنے یہ نہیں ہوتے کہ کمال ہوتا ہی نہیں۔ کمال تو ہوتا ہے مگر اس کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ، عیسیٰؑ و داؤدؑ۔ ہزاروں نبی ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان میں کوئی ایک کامل ہے۔ اور باقی ناقص ہیں۔ کامل تو وہ تھے مگر ہر ایک کے درجہ میں فرق ہے اور اس میں کسی کی ہتک نہیں۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بزرگ ہوئے انہیں جس قدر تقویٰ و طہارت حاصل تھا اس میں کوئی نقص نہ تھا لیکن وہ کمال کے اس درجہ تک نہیں پہنچا ہوا تھا جو مرتبۂ نبوت پانے کے لئے ضروری ہے اور یہ بات صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی حاصل تھی اس لئے آپؑ نبی ہوئے۔

اس وقت میں نے جو یہ کہا ہے کہ ہجرت تو سب نے کی لیکن سب کو ایک جیسے نتائج حاصل نہ ہوئے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جن کی ہجرت کے کم درجہ کے نتائج نکلے ان کی نیت درست اور ٹھیک نہ تھی۔ ٹھیک تھی لیکن مقابلہ کے لحاظ سے اس میں فرق تھا اور فرق نقص نہیں ہوتا اس کو نقص قرار دینا نادانی اور بیوقوفی ہے تو عمل کے ساتھ نیت کو بہت بڑا دخل ہے اس لئے میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں ان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کی ضرورت ہے

وہاں اس کی ضرورت ہے کہ خالص ارادوں، پاک نیتوں کے ساتھ تیار ہوں تاکہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں کیونکہ بغیر قربانی اور خالص نیت کے ترقی اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق بخشے۔" (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء صفحہ ۵ تا ۱۱)

سلہ۔ الفرقان ۲۵ : ۷۸

سلہ۔ نصیر الدین محمد ہمایوں (۹۱۳ھ/۱۵۰۸ء – ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء) شیر شاہ سوری اسے ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء میں شکست دریائے گنگا کے کنارے بمقام بھوج پور میں ہوئی۔ (خلاصۃ التواریخ مصنفہ سجان رائے بٹالوی صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء – منتخب البیان حصہ اول صفحہ ۱۱)

سلہ۔ مغل بادشاہ ہمایوں کا مشہور اور معتمد جرنیل۔ بادشاہ اکبر کا اتالیق و سرپرست۔ اکبر نے اسے خان خاناں کا لقب دیا تھا۔ ۹۶۸ھ بمقام بندرگاہ کنبھایت حج پر جاتے ہوئے مبارک خاں نامی پٹھان کے ہاتھوں قتل ہوا۔

سلہ۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب جلد ۳ صفحہ ۳۰۶

سلہ۔ " " " " " " " صفحہ ۴۹۲

سلہ۔ نپولین بوناپارٹ (۱۷۶۹ – ۱۸۲۱ء)

سلہ۔ نپولین ۱۸ مئی ۱۸۰۴ء کو فرانس کا بادشاہ بنا (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا جلد ۱۶ صفحہ ۵)

سلہ۔ NAPOLEON By H.A.L. Fisher. P:184, 185, 200.

سلہ۔

سلہ۔ الاعراف ۷ : ۱۴۵

سلہ۔ النجم ۵۳ : ۹ تا ۱۱۔ یٰسٓ ۳۶ : ۲-۳۔ الاعراف ۷ : ۱۵۹۔ الانبیاء ۲۱ : ۱۰۸

سلہ۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶ و صفحہ ۳۷۹

سلہ۔ جامع ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ۔ آلِ عمران ۳ : ۳۲

سلہ۔ سیرۃ ابن ہشام (اردو ترجمہ) صفحہ ۶۰۹ طبع اول ۱۹۶۱ء

سلہ۔ دیوان حسان بن ثابت مع شرح صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ مصر ۱۹۲۹ء

سلہ۔ تذکرہ طبع سوم صفحہ ۵۹

سلہ۔ ہود ۱۱ : ۴۴-۴۵

۱۹ ۔ المؤمن ۴۰ : ۳۷-۳۸

۲۰ ۔ یونس ۱۰ : ۹۱ تا ۹۳

۲۱ ۔ النساء ۴ : ۱۵۹، آل عمران ۳ : ۴۶

۲۲ ۔ الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳

۲۳ ۔ صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الصلوٰة علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم

۲۴ ۔ سیرة ابن ہشام حصہ سوم (اردو ترجمہ) ص ۳۸۷ ۔ السیرة الحلبیہ جلد ۲ ص ۲۷۸

۲۵ ۔ جامع ترمذی ابواب التفسیر سورة المنافقون ۔ السیرة الامام ابن ہشام الجزء الثانی ص ۱۶۹

۲۶ ۔ تاریخ الطبری الجزء الثالث ص ۵۴۲ مطبوعہ مصر ۱۹۶۲ء

۲۷ ۔ نزہة المجالس ومنتخب النفائس مصنفہ عبد الرحمٰن الصفوری جلد ۲ ص ۱۵۲

۲۸ ۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے (۱۸۷۴ء ۔ ۱۹۵۱ء) امیر غیر مبائعین ۔